باب: 44

محمود غزنوی

(968 - 1030 AD)

محمود، امیر ناصرالدین سبکتگین کے بیٹے تھے۔ سبکتگین، 976ء میں غزنی میں تخت نشین ہوئے۔ امیر سبکتگین کا سب سے بڑا اور اہم کام یہ تھا کہ انہوں نے ہندوستان کی سرحد پر غزنی کا ایک ایسا اہم عسکری اور حکومتی مرکز قائم کیا کہ جس نے بعد میں برصغیر کی فتح کے لیے ایک بنیاد کا کام دیا۔ انہوں نے پنجاب کے ہندو راجا، جے پال سے 979ء میں جنگ کر کے کابل اور پشاور کا علاقہ حاصل کیا۔ اس کے علاوہ شمالی ہندوستان کے تمام راجاؤں کو شکست دی جو بعد میں مفید نتائج کا باعث ہوئیں۔

محمود غزنوی نے اپنے والد کی وفات کے بعد 997ء میں ان کی جگہ لی۔ جب انھوں نے تخت سنبھالا وہ صرف 29 سال کے جوان تھے۔ محمود نے تخت نشینی کے فوری بعد راجا جے پال سے لڑائی کا سلسلہ جاری رکھا اور وہ پشاور سے بڑھ کر اٹک تک پہنچ گئے۔ کچھ عرصہ بعد اس کے بیٹے انند پال سے بھی ان کی لڑائی ہوئی اور یوں وہ نگر کوٹ اور کانگڑہ تک جا پہنچے۔ انھوں نے دو بار ملتان پر بھی چڑھائی کی۔ 1011ء میں انھوں نے تھانیسر پر فوج کشی کی۔

اس کے بعد انھوں نے کئی اور حملے بھی کیے جن میں متھرا، قنوج اور سومنات شامل ہیں۔ ان تینوں مہمات میں محمود، جہاں بھی پہنچے وہاں کے باشندے ان کے ڈر سے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ مالی اعتبار سے بھی یہ مہمات، توقعات سے کہیں زیادہ فائدہ مند ثابت ہوئیں۔ کیونکہ ان جگہوں پر لاتعداد عالیشان قیمتی عمارتیں تھیں ۔اور سینکڑوں ایسے مندر تھے جن میں سونے اور چاندی کے بُت تھے۔ ان مندروں میں بہت ہی قیمتی یاقوت اور نیلم وغیرہ بھی آویزاں تھے۔ ان کے علاوہ ان میں وہ تمام قیمتی چڑھاوے بھی تھے جو ہندوؤں نے مختلف مواقع پر ان بتوں پر بہ طور نذرانہ چڑھائے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جو زر و جواہر محمود کے قبضے میں آئے اس کا عشر عشیر بھی ہندوستان کے کسی راجہ کے خزانے میں نہ تھا۔ بعض مورخوں کا یہ بھی بیان ہے کہ محمود کو کئی برہمن لوگوں نے کثیر رقم بہ طور فدیہ بھی دینی چاہی تھی لیکن محمود نے قبول نہ کیا۔ فدیہ قبول نہ کرنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ بجائے "بت شکن" کہلانے کے ان کو "بت فروش" کا لقب دیا جائے۔ تاہم کچھ کا کہنا ہے کہ یہ تو درست ہے کہ انہوں نے کئی بُت توڑے لیکن فدیہ کی پیشکش ایک من گھڑت کہانی ہے۔

Siddiqui Publications

ہندوستان کے علاوہ، محمود نے وسطِ ایشیا اور فارس کا بہت سا علاقہ بھی فتح کیا۔ ترکی ایرانی سلطنتوں کا دَور سنہ 1000ء سے 1220ء تک رہا۔ یہ زمانہ ایرانی نصب العین کے سیاسی پہلو کو روشن کرتا ہے۔ اس میں غزنویہ، سلجوقیہ اور خوارزمی خاندانوں کی حکومتیں شامل ہیں۔ محمود غزنوی کو اسلامی شہنشاہوں میں پیش رَو ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اور "خلافت" کے بعد مسلمانوں میں "شہنشاہیت" کو رواج دینے میں ان ہی کا ہاتھ تھا۔

محمود غزنوی کے تعلق سے کچھ تاریخ دان کہتے ہیں کہ ان کی زندگی کی زبردست خواہش "فتح اور حکومت کی توسیع" تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ وہ شخص تھے کہ جنھوں نے اپنی ذہانت اور بہادری کے سبب تیس بتیس برس کی مسلسل لڑائیوں میں ایک دفعہ بھی شکست نہیں کھائی۔ اور پنجاب سے لے کر بحیرۂ خوتک، اور سمرقند سے لے کر رے تک ان کے نام کا ڈنکا بھی بجا لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر 17 بار حملوں کے باوجود یہاں انھوں نے کوئی اپنی باقاعدہ حکومت کبھی بھی قائم نہیں کی، بلکہ اپنے ایک غلام، ایاز کو لاہور کی حکومت حوالے کی۔

محمود غزنوی کی مملکت میں اسلام ان کا سرکاری مذہب تھا لیکن دوسرے مذاہب والوں کو بھی مکمل آزادی حاصل رہی۔ غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہندوستان کے ہندو راجہ اور مہاراجہ کی طرف سے ہونے والی لگاتار سازشوں نے محمود کو کئی بار یہاں آنے پر مجبور کیا۔ متھرا، قنوج اور سومنات پر ہونے والی ان کی مہمات کا تعلق بھی مذہب سے زیادہ سیاسی تھا۔ ان کے وقت میں ہندوستان کا کوئی بھی ہندو غلام کا درجہ نہیں رکھتا تھا، بلکہ یہاں کے اکثر ہندو ہی ان علاقوں کے نگران مقرر کیے جاتے رہے۔

محمود غزنوی نے اپنے دَور میں بے شمار ترقیاتی کام کروائے۔ خاص طور پر انہوں نے غزنی شہر کو تمام تر سہولتوں سے آراستہ کر دیا۔ انھوں نے اپنے وقت میں علم و ادب کی بہت سرپرستی کی۔ منتخب شعراء اور علما اور فضلا کا ان کے دربار میں ہمیشہ ہجوم رہتا تھا۔ اسی کی وجہ سے محمود کی شخصیت کو اور بھی چار چاند لگ گئے۔ فارسی ادب میں تو محمود کو ایک بلند مقام حاصل رہا۔ جن شعرا نے محمود کے دربار میں شہرت پائی ان میں فردوسی، عنصری، عسجدی اور فرخی خاص طور پر شامل ہیں۔ سلطان ہی کی سرپرستی میں مشہور اسکالر ابو ریحان البیرونیؒ نے مختلف موضوعات پر اپنی تحقیقات کی تکمیل کی۔ البیرونی محمود غزنوی کی مدد سے ہندوستان بھی پہنچے اور یہاں کئی برس رہ کر انہوں نے متعدد تحقیقی کام کیے۔